دینی جدّ وجہد کا اصل محور

جناب سید محمد صمیم پاشا صاحب

(۴)

ایک اور بڑی غلطی جو ان مذکورہ غلط فہمیوں کو سہارا دیئے ہوئے ہے یہ ہے کہ اصل میں گناہ گار تو وہ نام نہاد علماء و صوفیاء ہیں جنہوں نے عوام کو دین کی حقیقی تعلیمات سے آگاہ نہیں کیا۔ عوام تو اپنے انہی بڑوں اور رہنماؤں کے پیچھے چلتے ہیں۔ جو وہ پڑھا اور سمجھا دیتے ہیں اسی کو سچ مان لیتے ہیں۔ یہ لوگ بے چارے شرک کو شرک سمجھ کر تھوڑا ہی کرتے ہیں بلکہ اُن کاموں کو ثواب کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ آخر اِن نادانوں کا کیا قصور؟

حالانکہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ عوام کی بے چارگی کیسی ہے اور وہ جان بوجھ کر ان بُرائیوں میں ملوث ہیں یا لاعلمی کا شکار ہیں؟ دراصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ ان بُرائیوں کا خمیازہ بھگتنے سے بچ رہیں گے یا نہیں؟ زہر نادانی سے کھایا جائے یا ہوشمندی کے ساتھ، اپنا اثر دکھائے گا یا نہیں؟ بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کا مالک و مختار ہے اور بہت ہی مہربان ہے، وہ چاہے تو انہیں معاف کر دے لیکن اسی پروردگار نے اس بارے میں کیا وضاحت فرمائی ہے۔ دُنیوی نتائج کا معاملہ تو سامنے موجود ہے ہی، پر اللہ کے نزدیک ان نادان پیروؤں کا مقام اور اُخروی انجام کیا ہے؟ ہر قرآن مجید سے دیکھ لیا جائے اس میں کیسے کیسے القابات اُن کو دیئے گئے ہیں؟ کیسی تصویر ان کی کھینچی گئی ہے؟ اور کیا سزا ان کے لیے مقرر ہے؟

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ

بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۔ (الاعراف ۔ ۱۷۹)

"ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں، مگر وہ ان سے سُنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں"

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔ (بقرہ ۔ ۱۷۱)

"یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، اس لیے کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی"

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۔ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ
اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ
بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً
فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ
اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ
مِنَ النَّارِ ۔ (بقرہ ۔ ۱۶۵ تا ۱۶۷)

"کاش جو کچھ عذاب دیکھ کر انہیں سوجھنے والا ہے وہ آج ہی ان ظالموں کو سوجھ جائے کہ ساری طاقتیں اور سارے اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے جب وہ سزا دے گا اُس وقت کیفیت یہ ہو گی کہ وہی پیشوا اور رہنما جن کی دُنیا میں پیروی کی گئی تھی، اپنے پیروؤں سے لاتعلقی ظاہر کریں گے، مگر سزا پا کر رہیں گے اور ان کے سارے اسباب و وسائل کا سلسلہ کٹ جائے گا۔ اور وہ لوگ جو دُنیا میں ان کی پیروی کرتے تھے کہیں گے کاش ہم کو

پھر ایک موقع دیا جاتا تو جس طرح آج یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں، ہم اُن سے بیزار ہو کر دکھا دیتے۔ یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال جو یہ دُنیا میں کر رہے ہیں، ان کے سامنے اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پشیمانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں گے، مگر آگ سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے"۔

نوعِ انسانی کی یہی وہ نازک پوزیشن ہے جس کی بنا پر انبیاؑ ورسل خاص طور پر اُن کی اُخروی فلاح کے لیے بے چین و بے آرام ہوتے تھے۔ اور اپنی جانوں کو ہلکان کرتے تھے۔ جلوت اور خلوت میں، مجمعوں اور بازاروں میں، چوپالوں ہی میں نہیں، ایک ایک گھر پہ دستک دے کر، صبح و شام اپنی قوم کو پکارتے تھے کہ لوگو! آؤ تمھارا رب بڑا ہی غفور و رحیم ہے، اس سے دامن چھڑا کر کیوں بے نصیب ہوتے ہو؟ اُس کی طرف لوٹ آؤ، اس کا کہا مان لو، اُس کی رحمت سے مایوس نہ ہو، وہ تمھاری ساری خطائیں معاف کر دے گا اور اپنے انعامات سے تمھیں سرفراز کرے گا۔ ورنہ ہم تمھیں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ خود رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بیماری اور اضمحلال کے باوجود ایک ایک قبیلے اور ایک ایک پڑاؤ میں جا کر اللہ کا یہ پیغام پہنچاتے تھے اور واپس آکر بستر پہ لیٹے ہی ہوتے تھے کہ کسی نئے قبیلے کی آمد کا پتا چلتا اور آپ ضعفِ طبع کی حالت میں پھر بھی اُٹھ بیٹھتے اور بندوں کو ایمان کی دعوت دینے نکل کھڑے ہوتے۔ یہ نقشے سامنے ہوں تو دینی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لیے مہمیز کا کام دیتے ہیں، ورنہ اصل کام سے اغماض کر کے عوام کی بے چارگی اور معصومیت کا خیال پرورش کرنے سے حق کا پرچار نہیں ہوتا۔

الغرض اس تمام جائزے سے اصل مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں پر جو شرک و بدعات کی ضلالتوں اور نجاستوں کا فی الواقع احساس رکھتے ہوں اور قسط و انصاف پر قائم رہ کر شہادتِ حق کا فریضہ بھی انجام دینا چاہتے ہوں، یہ واضح ہو جائے کہ

(باقی بر صفحہ ۵۶)